SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633

Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127

Publishers: Nobel Institute for New Generation

http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود، & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اُردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu

اُردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ

ڈاکٹر ساجد محمود

عظمیٰ نورین

لیکچرر، یونی ورسٹی آف سینٹرل پنجاب، سیالکوٹ کیمپس darsajidmahmood@gmail.com

شعبہ اُردو (گورنمنٹ ویمن یونی ورسٹی، سیالکوٹ uzmanoreengcwus@gmail.com

---

Abstract

The tradition of letter writing in Urdu literature is very old. The history of calligraphy is centuries old and is constantly evolving. This paper covers the beginning of letter writing in Urdu, the initial characteristics of the letter, its nature, types, importance, utility, and a detailed review of its tradition. Through this paper, it will help to understand how the art of letter writing was used by Urdu writers as a genre to express their emotions and feelings and daily lives, and how they showed the essence of innovation and rarity in it. How much has it contributed to making it a mainstream genre?

Keywords: correspondence, letter, Urdu language, Persian literature, Arabic tradition, official document, Hali, Shibli, Sir Syed, India, Eastern society, Persian style, English practice.

خلاصہ: اُردو ادب میں مکتوب نگاری کی روایت بہت پرانی ہے۔ مکتوب نگاری کی تاریخ صدیوں پرانی ہے اور مسلسل اس میں ارتقا ہوتا آیا ہے۔ یہ مقالہ اردو میں مکتوب نگاری کے آغاز، خط کے ابتدائی خدوخال، اس کی نوعیت، اقسام، اہمیت، افادیت اور اس کی روایت کے مفصل جائزے کا احاطہ کرتا ہے۔ اس مقالہ کے ذریعے یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ مکتوب نگاری کے فن کو اردو ادیبوں نے کس طرح اپنے جذبات واحساسات اور روزمرہ زندگی کے احوال کے بیان کے لیے بطور صنف برتا اور اس میں جدت اور ندرت کے کس کس طرح کے جوہر دکھائے اور اس کو باقاعدہ صنف بنانے میں کتنا حصہ ڈالا ہے۔

کلیدی الفاظ: مکتوب نگاری، خط، اردو زبان، فارسی ادب، عربی روایت، ، سرکاری دستاویز، حالی، شبلی، سرسید، ہندوستان، مشرقی سماج، فارسی اُسلوب، انگریزی عمل داری

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: محمود، ڈاکٹر ساجد, & نورین، عظمیٰ. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

اُردو میں خط نگاری کی ابتدا انیسویں صدی کے آغاز میں ہوئی۔ جس طرح اردو کے شاعروں اور ادیبوں نے نثر و شاعری کی مختلف اصناف میں فارسی زبان و ادب کی پیروی کی، اسی طرح خط نگاری میں بھی فارسی خطوط نویسی کی بھی تقلید کی۔ چوں کہ فارسی خطوط کے مجموعوں میں زیادہ تر سرکاری رقعات شامل تھے اس لیے ان میں وہ تمام خامیاں موجود تھیں جو سرکاری رقعات میں ہوتی تھیں۔

چناں چہ ہر شخص کے مرتبے اور حیثیت کے لحاظ سے جدا جدا القاب مقرر ہوئے اور مشکل پسندی جو فارسی رقعات اور خطوط کی امتیازی خصوصیت تھی، اردو خط نگاری کا جز بن گئی۔ صنائع وبدائع کی کثرت، مقفاو مسجع عبارتوں کی بھرمار، تشبیہات واستعارات کی بہتات اور القاب وآداب کی طوالت، یہ ساری باتیں من وعن فارسی سے منتقل ہو کر اردو میں آئیں۔ چناں چہ اردو خطوط کے ابتدائی مجموعے اسی انداز میں دستیاب ہیں۔

سید عبداللہ نے اپنے مقالے "اردو میں خط نگاری" میں اردو خط نگاری کے دور اولین پر روشنی ڈالی ہے جس سے مذکورہ بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "

"اُردو خط نگاری کا اولین دور فارسی انداز سے متاثر تھا۔ وہی القاب وآداب، وہی سرنامے، وہی عنوانات"، وہی اختتام ہے، وہی رنگ انشاء وہی بازی تکلف، وہی رنگینی مگر انیسویں صدی کے ربع اول میں سادگی کا کچھ میلان پیدا ہوا۔ "[1]

ڈاکٹر سید محمد عبداللہ کا اشارہ انشائے بے خبر کی طرف ہے۔ غلام غوث خاں بے خبر مرزا غالب کے ہم عصر تھے۔ اُردو میں ایک اور ابتدائی خطوط کا مجموعہ انشائے سرور تھا جو رجب علی بیگ سرور کی مقفاو مسجع و مرصع نثر سے مزین تھا۔

اردو میں مقام مجمع عبارتوں کے نمونے ہمیں غلام امام شہید، غلام غوث خاں بے خبر کے مضامین اور خطوط میں مل جاتے ہیں۔ سر سید احمد خان کی شہرہ آفاق تصنیف آثار الصنادید کے پہلے ایڈیشن میں بھی مل جاتے ہیں۔ بے خبر کے رنگ انشا کو قدیم اور جدید اردو نثر کے درمیان کی کڑی مانا جاتا ہے۔

اردو میں خط نگاری کا جائزہ لینے سے قبل جناب محمد اسلام کی خطوط کے بارے رائے قابل غور ہے:

" عربی اور فارسی خطوں میں آن بان اور شان و شوکت اور تصنع و تکلف کا حکومتوں کی سرپرستی کی وجہ سے" اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ ان کی سادگی ختم ہو گئی۔ خطوط تو محض ضرورتاً مختصر لکھے جاتے تھے لیکن شاہی انشاپردازوں نے ان میں دل چسپی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ نجی خطوط میں بھی ہر عزیز اور ہر حیثیت کے ملنے والے کے لیے جدا جدا القاب مقرر ہوئے اور اچھے لکھنے والے ان میں جدت طرازیاں کرنے لگے۔ جب تک پڑھے لکھے گھرانوں میں خط و کتابت فارسی میں ہوتی رہی اس وقت تک اسمیں ان کا رنگ جھلکتا رہا اور جب خطوط لکھنے کا سلسلہ اردو میں شروع ہوا تو ان پر بھی بہت گہرا اثر چھوڑا۔ "[2]

اُردو کے چند ابتدائی خطوط:

پروفیسر ثریا حسین نے اپنے تحقیقی مقالے میں اردو خط وکتابت پر پر مغز روشنی ڈالی ہے۔ آپ نے گارساں دتاسی کے مرتبہ خطوط کے مجموعے بہ عنوان ضمیمہ ہندوستانی کی مبادیات میں مشمولہ اردو کے چند نادر خطوط کی جانب ہماری توجہ مبذول کرائی ہے۔ مذکورہ مجموعی خطوط کی اشاعت ۱۸۳۳ء میں ہوئی۔ اس کتاب میں گارساں دتاسی نے اردو کے ۱۸ خطوط شامل کیے ہیں۔ اس سلسلے میں پروفیسر صاحبہ کی رائے ملاحظہ ہو:

"اردو زبان میں عام خط وکتابت اردو کے روایتی مراکز سے بہت دور مدراس اور پانڈیچری میں بھی کی جا رہی تھی۔ خواص و عوام بے تکلفی سے اردو میں خط لکھتے تھے۔ ان کا اسٹائل اس فارسی آمیز طرز قدیم سے مختلف تھا جو اردو مکاتیب کے اولین مجموعوں انشائے خرد افروز مکتوبات احمدی محمدی اور رقعات عنایت علی میں شامل ہے۔ "[3]

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین . (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

گارساں دتاسی نے اپنے مرتبہ خطوط کے مجموعے میں جن اٹھارہ خطوط کو تاریخی اعتبار سے اولیت کا شرف حاصل ہے کیونکہ یہ خطوط مذکورہ بالا مجموعوں سے قبل تحریر کیے گئے تھے۔ دتاسی کے مکتوب نگار کسی خاص خطے، طبقے یا فرقے سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ یہ اٹھارہ خطوط ہندوستان کے مختلف دور افتادہ علاقوں مثلاً کلکتہ، مدراس، پانڈیچری، دکن اور شمالی ہند میں لکھے گئے ہیں اور ان کے مکتوب نگار اوائل انیسویں صدی کے اردو معاشرے کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں۔

مذکورہ خطوط کے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اردو زبان اس وقت طول و عرض ہند میں نہ صرف بولی اور سمجھی جاتی تھی بلکہ اس میں نجی اور کاروباری خط و کتابت بھی رائج ہو چکی تھی اور روزمرہ کی زبان میں خطوط تحریر کیے جاتے تھے۔

اس مجموعے میں ایک بہت اہم مراسلہ موجود ہے جو راجا رام موہن رائے کا تحریر کردہ ہے۔ اس میں انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی اور فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازمین اور ملازمت کے خواہش مند عام ہندوستانیوں کے خطوط بھی ملتے ہیں جن کے مکتوب الیہم فرنگی افسران ہیں اور یہ خطوط اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ہندوستانیوں اور انگریز اور فرانسیسی افسران کے مابین اردو میں خط و کتابت ہوا کرتی تھی ہے۔

دتاسی کے مشمولہ خطوط میں کسی مارواڑی بنیے کا ایک خط بھی موجود ہے جو اردو میں لفظ میں کی جگہ مانڈا استعمال کرتا ہے۔ یہ لفظ مارواڑی میں مستعمل ہے۔ ان مذکورہ خطوط سے اس دور کے سماجی و سیاسی حالات کا بھی علم ہوتا ہے۔

اردو کا اولین خط کون سا ہے؟

مرزا غالب سے قبل اردو خط نگاری کا آغاز کس نے کیا اور اردو کا پہلا خط کب لکھا گیا، اس سلسلے میں علمائے ادب کی آرا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مالک رام اپنے مقالے اردو کے منفرد مکتوب نگار میں رقم طراز ہیں:

"غالب سے پہلے فسانہ عجائب والے رجب علی بیگ سرور نے خطوط لکھے اور شائع کیے"[4]

حامد حسن قادری نے اپنی کتاب داستان تاریخ اردو میں بے خبر کو غالب سے پہلے خط نگاری کی طرف متوجہ پایا۔ وہ لکھتے ہیں: کہ بے خبر نے اردو میں نثر نویسی و خطوط نویسی کی طرف ۱۸۴۶ء میں توجہ کی یعنی غالب سے بھی کچھ پہلے۔

اویس احمد ادیب کا خیال ہے کہ غالب سے پہلے بے خبر نے روایت سے بغاوت کی۔ وہ لکھتے ہیں:

"فارسی خطوط نویسی کے خلاف جہاد کرنے والا اور اردو میں لکھنے والا یہی (بے خبر) تھا۔ مرزا غالب میں اتنی جرات نہ تھی کہ وہ اپنے زمانے کی رجحانات کے خلاف علم بغاوت بلند کرے۔"[5]

ڈاکٹر خلیق انجم نے اپنی کتاب غالب اور شاہان تیموریہ میں اردو کے اولین خطوط کی طرف توجہ مرکوز کرائی ہے اور جان طپش اور راسخ عظیم آبادی کو اولین خط نگار مانا ہے، جن کے خط ۱۸۱۴ء سے پہلے لکھے گئے ہوں گے۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے خواجہ احمد فاروقی کے حوالے سے لکھا ہے:

"پروفیسر خواجہ فاروقی نے جان طپش (متوفی ۱۸۱۳) کا ایک خط راسخ عظیم آبادی (متوفی ۱۸۲۲ء) کے نام اور راسخ کا جواب دونوں نقل کیے ہیں۔ خواجہ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ گارساں دتاسی اردو میں خط و کتابت کرتا تھا۔ خطوط پیرس کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔"[6]

ایک تحقیق کے مطابق اردو کا پہلا خط ۱۸۲۲ء میں لکھا گیا۔ پروفیسر گیان چند جین لکھتے ہیں:

"قول عبداللطیف اعظمی اب تک کی تحقیق کے مطابق کچھ زائد ڈیڑھ سو سال پہلے ۱۸۴۲ء کو۔"[7]

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

ان سب کے برعکس پروفیسر ثریا حسین کے تحقیقی مقالے میں مشمولہ خطوط کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اردو کا اولین خط جنوری ۱۸۱۰ء کو لکھا گیا جس کے مکتوب نگار افتخار الدین علی خاں شہرت تھے۔ان کا شمار فورٹ ولیم کالج کے ملازمین میں ہوتا تھا۔

اردو کا پہلا خط:

یہ خط حویلی نواب واثق علی خاں بہ مقام کولوٹولہ سے ۱۰ر جنوری ۱۸۱۰ء کو لکھا گیا ہے۔یہ اردو کے ابتدائی خطوں میں اولیت کا درجہ رکھتا ہے اور اسے اردو کا پہلا خط کہنا مناسب ہو گا۔اس کے مکتوب الیہ کا نام خط میں درج نہیں ہے:

"مولوی صاحب شفق مہربان فراموشگار دور افتادگان زاولطفہ ذوق مواصلت کا اور شوق معانقت کا اتنا نہیں ہے کہ تحریر و تقریر میں گنجائش پائے یا زبان و بیان میں آئے۔اگر شب رنگ قلم کو اس میدان بے پایاں میں چھیڑنے کا قصد کیجیے اور باگ ادہم کلک کی اس صحرائے بے انتہا میں چھوڑ دیجیے تو دور نہیں ہے کہ دوڑتے دوڑتے مت کھڑا ہو کاندھے دینے لگے اور اڑ جائے بلکہ نزدیک ہے کہ شرم سے عرق عرق ہو کر زمین میں گڑ جائے۔اس واسطے ہم اس میدان سنسان لق ودق سے اس گھوڑے کی باگ موڑ کر اور اس طرف سے اسے توڑ کر مدعا کے صحن میں کراتے ہیں اور راستے کے راستے پر بٹھاتے ہیں۔جس دن آپ یہاں سے تشریف لے گئے ہیں اور دوستوں کے دل کو داغ جدائی کا دے گئے ہیں، ایک خط بھی نہ لکھا۔اس بے پروائی کو کیا کہتے ہیں؟ اگرچہ ہم لوگوں سے آپ منہ پھیر بیٹھے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس گروہ سے کیا کام کیا غرض ہے کہ ناحق ایک گھڑی اوقات ضائع کر کے کاغذ خراب کیجیے اور کچھ لکھ بھیجیے لیکن اسے بھی سمجھیے کہ زمانہ ایک رنگ پر نہیں رہتا۔اگر کبھی احیانا ملاقات ہو تو کیا عذر کیجیے گا۔بہت صاحب لوگ یہاں کے وہاں، وہاں کے یہاں آتے جاتے ہیں۔اگر گاہے ایک رقعہ سے ممنون فرمائے تو بعید نہیں۔ہاں کیا خوب، ہم نے سنا ہے کہ آپ نے وہاں شادی کی ہے۔اگر یہ بات سچ ہے تو ہماری ضیافت باقی ہے۔اس کو ادا کرنا ضروری جایئے اور ہماری ضیافت یہی بہت ہے کہ صاحب لوگوں میں سے آپ کا شاگرد جو ادھر تشریف لاوے اس کی خدمت میں ہماری سفارش کر دیجیے اور افتخار الدین علی خاں نام لکھوا دیجیے کہ یہاں تشریف لا کر ہماری تلاش کرے اور ہمارے بہرے پر دھیان دھرے اور اگر مہربانی نامہ آپ لکھیں تو ضرور ہے کہ بعضے عجائب و غرائب مراسم و اخبار بھی وہاں کے مندرج کریں کہ ہمیں علم حاصل ہووے اور دو گھڑی اوقات خوش گزرے۔افسوس ہے کہ میر شیر علی کا واقعہ ہوا۔حق تعالیٰ اس تقی پرہیزگار کو بہشت نصیب کرے اور اس کے گناہوں سے در گزر کرے۔ہنٹر صاحب بدستور کالج کے مالک و سردار ہیں اور لڈن صاحب ہندی کے اور متولدین صاحب فارسی کے مدرس ہیں۔بڑے صاحب نے اب تک کلکتے میں مراجعت نہیں کی ہے لیکن خبر آمد آمد کی ہے۔دیکھیے کب آتے ہیں۔قاضی القضات محمد نجم الدین خان صاحب، مولوی سراج الدین علی خان صاحب، مولوی راشد صاحب، مولوی معین اللہ صاحب وغیرہ سب بخیر و عافیت ہیں اور آپ کا ذکر اکثر درمیان آجاتا ہے۔اطلاعاً التماس کا زیادہ صداع کا موجب جان کر نہ لکھا۔والسلام والاکرام تحریر افی التاریخ دہم ماہ جنوری ۱۸۱۰ء سیمی ۱۲۱۶ بنگلہ سہ خط نیاز نامہ ہم نے بہت جلد لکھا ہے۔اگر عبارت میں کچھ قصور ہوا ہو تو معاف کیجیے گا۔اگر کبھی یہ لکھیے تو مقام کولوٹولہ حویلی نواب واثق علی خاں صاحب کی لفافے پر لکھیے گا۔الدیہ میں پہنچے گا۔مرزا کاظم علی جوان کی طرف سے بھی سلام نیاز پہنچے۔"[8]

اب جو خط پیش کیا جا رہا ہے وہ اس مجموعہ شخصی کا اہم ترین خط ہے۔اسے راجا رام موہن رائے نے بذات خود پر تکلف اور روایتی انداز کی اردو میں تحریر کیا ہے۔یہ خط انھوں نے ۱۸۳۱ء میں لندن سے ڈنکن فوربز کے ذریعے دتاسی کو پیرس بھیجا تھا۔اس زمانے میں راجا رام موہن رائے اکبر شاہ ثانی کے سفیر خاص کی حیثیت سے انگلستان میں مقیم تھے۔

"جناب فضیلت مآب زاد مجد ہم و شر فہم

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633

Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127

Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اُردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

رقعہ مبارک پہنچا و بندہ کو مسرور و معزز کیا۔ قادر علی الاطلاق آپ کو اس یاد آوری کے ساتھ سلامت رکھے۔ تین مہینے سے زیادہ بندہ انگلینڈ میں مقیم ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب پارس میں مشرف خدمت ہوگا اور آپ کی توجہ سے جناب شیزی صاحب کی ملاقات حاصل کرے گا۔ آپ کے وعدہ مراعات سے بندہ کمتر ممنون ہوا و ادائی شکر تہہ دل سے کرتا ہے۔ زیادہ جدا د بخاد کم و ممنو نکم رام موجنحریر فی التاریخ یکم اگست ۱۸۳۱ء (عیسوی) "

جناب شفقت فرمائے گرامی قدر فاریس صاحب کے حوالے کیا گیا۔

خط کا سرنامہ:

جناب فضیلت مآب جامع علوم عربی و ھندی مولوی گارسیں دتاسی زاد مجد ھم و شر فہم دارالسلطنہ پارس فرانس "

اُردو کے ابتدائی خطوط کے نمونے:

اب اُردو کے چند نادر ابتدائی خطوط پیش کیے جاتے ہیں تاکہ اس دور کی خط نگاری کا جائزہ لینے میں آسانی ہو سکے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ہندوستانی خط اصلی

"محبت کی مجلس کے چراغ، خدا تم کو ہمیشہ روشن رکھے۔ مدت ہوئی کہ نہ کوئی خط تمھارا مجھے پہنچا نہ کچھ خبر تمھاری خیریت کی کسی کی زبانی سننے میں آئی نہ اس طرف کے آنے والوں سے کسی کے ساتھ ملاقات کا اتفاق ہوا، جو احوال تمھارا پوچھتا۔ اس لیے خاطر میری نہایت منتظر ہے۔ چاہیے کہ اس خط کے پہنچتے ہی دو چار سطر میں اپنی خیر و عافیت کی لکھو کہ میرے دل کو اطمینان حاصل ہو دے اور مجھے تھوڑا سا گلاب درکار ہے۔ اگر ہو سکے تو دو تین قرابی گلاب کی کسی بیوپاری کی کشتی میں بھیج دیجیے اور قیمت اس کی جو کچھ ہو سو لکھ کر ارسال کیجیے کہ یہاں سے بطریق ہنڈوی تمھاری خدمت میں بھیجا جائے۔ زیادہ کیا تصدیع دینے میں آوے۔ اقبال کا کل ہمیشہ شگفتہ رہے۔ "[10]

یہ خط القاب و آداب سے ہٹ کر بے تکلفی کی فضا میں لکھا گیا ہے اور مدراس سے پانڈ یچری ارسال کیا گیا تھا اس خط سے پانڈیچری کے تامل باشندے اور دتاسی کے عزیز شاگردی۔ سیسے کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ ۱۸۴۴ء میں کارومنڈل سے مالابار تک بارہ سو میل کے دوران سفر اس نے ہر جگہ اُردو میں بات چیت کی تھی اور جنوبی ہند میں یہ رابطہ کی زبان کا درجہ اختیار کر چکی تھی۔ اب ایک مختصر خط جو کسی نواب صاحب کو گھوڑوں کی خریداری کے سلسلے میں لکھا گیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

"نواب نامدار سلامت!

آپ کا خط گھوڑوں کی طلب میں پہنچا اور اس حقیر کو سرفراز فرمایا۔ فدوی نے خط کے پہنچتے ہی ہرکارے، تلاش کے لیے، جابجا بھیجے چنانچہ چار گھوڑے بہت خاصے اصیل بے عیب ہزار روپے کو ایک جگہ سے ہاتھ آئے اور ان کو حضور عالی میں ارسال کیا اور چار اور دو سواری ان کے ساتھ کر دیے۔ اُمید کہ جس وقت وے حضور میں پہنچیں اس وقت سرکار کے منشیوں کو حکم ہو دے کہ ان کی رسید فدوی کو لکھیں۔ زیادہ خدا دہے "[11]

خط نمبر آٹھ کسی انگریز افسر کے نام کسی جیون خان کا عریضہ ہے جس میں اطلاع دی گئی ہے کہ حکم کے مطابق چھبیس لاکھ روپیا چھکڑوں پہ لاد کے سپاہیوں کے ہمراہ مہینے کی چار تاریخ کو روانہ کیا گیا۔ نوکروں کے سنگ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکتوب نگار غالباً یوپ یا اودھ کا باشندہ ہے۔

"غریبوں کے پالنے والے، دام اقبالہ!

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اُردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

فدوی جیون خان آداب تسلیمات بجالا کر عرض کرتا ہے کہ حضور کا فرمان عالیشان جو خزانے کے مقدمے میں اس حقیر کے نام صادر ہوا تھا، بندے نے اس کے پہنچتے ہی چھبیس لاکھ روپے چھکڑوں پر لاد کر کے سپاہی پیارے چوکی پہرے کے لیے اس کے ساتھ کر بعضی معتمد نوکروں کے سنگ اس مہینے کی چوتھی تاریخ حضور عالی میں ارسال کیا۔ ستارۂ اقبال کانت چمکتا رہے۔"[12]

<u>مذکورہ خط زبان کے اعتبار سے</u>

پوربی بولنے والے کا ہو سکتا ہے۔ اس خط میں ہندی کے الفاظ استعمال کیسے کئے گئے ہیں اور فارسی ترجمے کا اثر بھی صاف نظر آتا ہے۔ مثلاً غرباپرور کے بجائے غریبوں کے پالنے والے لکھا گیا ہے۔ درج ذیل خط کسی میر صاحب کے نام زمینداری کے معاملات سے تعلق ہے۔ انعام دار اور ایما کیا ہوں سے ظاہر ہوتا ہے یہ دکن میں لکھا گیا ہے۔

"میر صاحب بدل مہربان زیادہ ہو الطاف آپ کا بعد سلام کے واضح ہووے ہمارے گاتو میں اب کے سال زمنا اچھا ہوا ہے۔ اگر آپ کے پاگا کے گھوڑے چرائی کی خاطر یہاں بھجواؤ تو اولا ہے۔ میں اس واسطے یہ کام چاہتا ہوں کہ پاگا کے ڈر سے زمیندار کا ظلم مجھ پر اور میری دیہہ پر نہ ہوگا۔ ہر طرح سکھ آئند سے بے کھٹکے رنگ رلیاں مناؤں گا۔ ضرور اس بات میں توجہ فرمایئے۔ دو بھیرے (بچھیرے) میرے یہاں بکاؤ ہیں۔ ایک سمند تا کند دوسرا کیت تین سال کا، ہر ایک کی قیمت واجبی اڑھائی اڑھائی سو روپے ہیں۔ اگر سرکار میں نواب صاحب کی مطلوب ہوں تو منگوایئے۔ نواز خان لودی انعامدار چھودیکھے زمین اپنے انعام کی بیچنا چاہتا ہے۔ اس کا اس جائے میں تمہیں درخت آم اور پانچ املی دو جامن کے ہیں۔ دو پختہ بادلیاں، تالاب کا نالا اس میں سے ہو کر گزرتا ہے یعنی دو فصلہ ہوتی ہے۔ از راہ یگانگت کے ایما کیا ہوں۔ خریدنے میں اس کے مرضی مبارک۔ زیادہ مہربانی ہوگی"[13]

م اور سمع اردو نہیں جو ہم تک فورٹ ولیم کالج اور رجب مقا اب وہ خط جس میں مکتوبات نگار نے اپنے دوست کو شادی کی مبارک باد بھیجی ہے۔ زبان ادبی ہے لیکن میرے دوست جانی پر واضح ہو جو کہ تمھارا نامہ عنبریں شمامہ ساعت نیک میں پہنچا اور اس کے مضمون بہجت. بلکہ روزمرہ کی زبان ہے علی بیگ سرور کے ذریعے پہنچی ہے مشہون کی کمبت سے مشام جاں کا منظر ہوا۔ خدا شاہد ہے کہ تمھارے بیاہ کی خبر سننے سے نہایت مسرت حاصل ہوئی اور اس شادمانی کے گل کے کھلنے کے نوید سے دل باغ باغ خوش ہوا۔ حق تعالی مبارک کرے۔ ایک انگوٹھی سونے کی جس میں پہنا جڑا ہے، میں نے برسم ارمغان کے ایک سوداگر نے ہاتھ تمھارے لیے بھیجی ہے۔ بے تکلف قبول کیا چاہیے۔ زیادہ کیا نگارش کرے۔ ساغر شادمانی کا مدام لبریزہ ہے۔

مذکورو خط تہنیتی انداز میں ہے۔ مکتوب نگار نے اپنے دوست کو مبارک باد بھیجی ہے۔ طرز ادا رتلین ہے لیکن منتظام مجمع اردو نہیں ہے۔ اس خط میں مستعمل روزمرہ کی زبان خطوط غالب میں بھی نظر آتی ہے۔

<u>معروف مکتوب نگار:</u>

مرزا غالب کے علاوہ اُردو ادب کے مشاہیر سر سید احمد خاں، مولانا الطاف حسین حالی، علامہ شبلی نعمانی محمد حسین آزاد، ڈاکٹر محمد اقبال مولوی عبدالحق، سید سلیمان ندوی، مولانا ابوالکلام آزاد، امیر مینائی، اکبر الہ آبادی، مہدی افادی، منٹو، پطرس، چودھری محمد علی ردولوی اور عصر حاضر کے محط نگاروں میں پروفیسر گیان چند اور شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی وغیرہ کے مکاتیب میں زبان وادب کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ انھوں نے اپنے گراں قدر مقاصد کو پیش نظر رکھ کر ادبی خط نگاری کو اعتبار عطا کیا ہے اور اس روایت کی پاس داری کی ہے۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & مثلی نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اُردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

"اس کے بعد جو ادبی دور آیا، اس میں ادب و شاعری کے نکتہ پردازوں اور ملک و ملت کے خدمت گزاروں کے بہت سے خطوط، جن کو قدر دانوں نے تعویذ بنا کر رکھا تھا، چھاپ کر اس تحریک کو وقف عام کیا گیا۔ سرسید کے خط مولانا حالی کے نام، نواب محسن الملک کے مکتوبات، مولانا نذیر احمد کے نصائح منشی امیر احمد صاحب مینائی کی تحریریں، اکبر مرحوم کے عنایت نامے اور مولانا شبلی کے مکاتیب تھپ کر ہماری زبان کے خزانے کا سرمایہ ہے۔"[14]

یا ڈاکٹر فصیح احمد صدیقی اپنے مقالے فن مکتوب نگاری میں غالب کے بعد کے معروف مکتوب نگار و مشاہیر کی خط نگاری کے متعلق سے یوں اظہار خیال فرماتے ہیں:

"اُردو مکتوب نگاری میں جس انقلابی تحریک کا آغاز مرزا غالب نے کیا اس نے اپنی افادیت اور کشش کی بدولت اپنے احاطہ تحریر کو وسیع سے وسیع تر کیا اور اس کامیاب تجربے کا تتبع ملک کے بعض مشاہیر ادب نے بعد ذوق و شوق کیا چنانچہ مرزا غالب کے بعد جن مقتدر شخصیتوں کے خطوط کے مجموعے منظر عام پر آئے۔"[15]

ان میں سے چند نہایت اہم اور نمایاں حسب ذیل ہیں:

"سرسید احمد، مولانا محمد علی، مولانا شبلی نعمانی، مولانا حالی، مولانا محمد حسین آزاد، مولوی نذیر احمد اور ان کے بعد کی نسل میں علامہ اقبال، مہدی حسن افادی، مولانا ابوالکلام آزاد ان کے بعد کی نسل میں عبدالرحمن بجنوری، نیاز فتح پوری اور آج کے دور میں بہت سے مکتوب نگاروں میں نمایاں ترین صفیہ اختر ہے۔"[16]

ڈاکٹر برج پریمی اپنی کتاب سعادت حسن منٹو: حیات اور کارنامے میں رقم طراز ہیں:

"اردو کی خط نگاری میں غائب نے ایک نئی طرح ڈال دی۔ ان کے خطوط کی رنگارنگی اعلا فن کاری کا نمونہ ہے۔ بعد کے لکھنے والوں نے ان کی تقلید کرنا چاہی لیکن اس میں انھیں کام یابی نہ ہو سکی لیکن اس بات سے انکار کرنا ممکن نہیں کہ دوسرے لکھنے والوں نے بھی اپنا اپنا رنگ خوب جمایا۔ ابوالکلام آزاد، شبلی، سجاد ظہیر، مہدی حسن، پریم چند، منٹو وغیرہ کے خطوط ایک زمانے سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں ہے۔"[17]

مکاتیب سرسید:

مسلمانان ہند کے زبردست حامی سماجی مصلح اور تعلیمی راہنما تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان ترقی کریں اور کسی بھی طبقے، فرقے (1817-1898) سرسید احمد خاں یا مذہب کے ماننے والوں سے پیچھے نہ رہیں۔ ایک مصلح قوم کی حیثیت سے وہ ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ مذہبی علوم کے حصول کے ساتھ جدید علوم کو سیکھنے کی طرف بھی متوجہ کرنی کی کوشش کی۔

سرسید کے خطوط کا مجموعہ مکاتیب سرسید کے عنوان سے منظر عام پر آیا تو ادبی جواہر پاروں سے آراستہ تھا۔ اُن کے مکاتیب کی خصوصیات کو مختصر یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

- انھوں نے سلیس اور عام فہم زبان کا کیا ہے۔
- وہ جس طرح نثر میں مقصد و مدعا کے علم بردار ہے ٹھیک اسی طرح خط نگاری میں بھی مقصد و مدعا کے حامی نظر آتے ہیں۔
- کارآمد گفتگو پر اکتفا کرتے ہیں۔
- عبارت آرائی اور تکلف تصنع سے اجتناب اور بے مقصد باتوں سے احتراز کرتے ہیں۔
- آپ کے خطوط، آپ کی دیگر نثری تحریروں کی طرح شگفتہ ہیں۔
- خطوط میں ظرافت اور شائستگی کی آمیزش ہے۔

ڈپٹی سید امداد علی کے نام لکھے گئے خط سے سرسید کی عام فہم اور سلیس اردو کا پتا چلتا ہے۔ اس میں غیر ضروری باتوں سے اجتناب کیا گیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

"میں یہاں بہت خوش ہوں، کام بہت کم ہے۔ تصنیف کتب کو بہت فرصت ہے۔ چھاپہ خانہ فضل الٰہی سے جاری ہو گیا ہے۔ تفسیر چھپ رہی ہے۔ مجھ کو بڑا اشتیاق اس بات کے دریافت کرنے کا ہے کہ آپ کے اور ہمارے شفیق صدر الصدور ولی اللہ سے ملاقات ہوئی یا نہیں۔ میں سنتا ہوں کہ مروت بڑی دھوم دھام سے کھیری فرماتے ہیں اور انگلوں کی نیک نامی منانا چاہتے ہیں۔"[18]

سرسید احمد خاں کے زیادہ تر خطوط دفتری نوعیت کے ہیں جن میں ادبی مسائل کم زیر بحث آئے ہیں۔ مثلاً نواب محمود خاں، راجا جے کشن بہادر سیکریٹری سائنٹفک سوسائٹی وغیرہ کے نام جو خطوط ارسال کیے گئے ہیں وہ دفتری اور میلی پہلو لیے ہوئے ہیں۔ ان میں طوالت پائی جاتی ہے۔ زبان سادہ اور سلیس تو ہے مگر دل چسپ اور ظریفانہ نہیں ہے کہیں کہیں یہ خطوط پیغام کی حدوں سے تجاوز کر کے تبلیغ و خطابت تک جا پہنچتے ہیں۔

سرسید احمد خاں اپنے خطوط میں مدعا و مقصد پر نظر رکھتے تھے او تفصیل کو پسند فرماتے تھے۔ ایک خط میں مولوی ممتاز علی کو تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کا عنایت نامہ پہنچا، وہ قبل فائل میں لگایا گیا ہو گا، ان سب شبہات کی نسبت جو کچھ میری رائے ہے وہ موقع بموقع تفسیر میں آئے گی، حروف مقطعات کا ذکر تو اول میں آیا ہے، جہاد کی نسبت آپ نے دو جداگانہ ملبوں کو یکجا کر دیا ہے۔ ایک مطلب ہے کہ اصل میں حکم جہاد کیا ہے؟ دوسرا مطلب یہ کہ اس پر زمانہ اولین میں (عمل) کیا ہوا؟ آپ نے جو باتیں (عام طور سے مشہور تھیں) ان پر خیال کر لیا۔ بہر حال یہ ایسے امور نہیں ہیں کہ مخطوط میں طے ہوں۔ آپ کے دل میں جو شبہات آویں آپ تحریر کر کے بھیجتے جاویں۔ میں ان کا جواب با تحقیق جو میرے دل میں ہے تفسیر میں بمقامات مناسب لکھوں گا مگر علاحدہ جواب لکھنے کی مجھے فرصت نہیں ہے۔ تفسیر کا کمپوز شروع ہو گیا، اس ہفتہ میں جزو دو جزو کے چھپ جاوے گی اور برابر چھپتی رہے گی۔ آپ کو اگر اس کا حصہ لینا ہے اور جس کو لینا ہے دو روپیہ بھیج دے اگر وہ چاہے کہ فرمہ چھپے وہ بھیجا جایا کرے تو یہ بھی ممکن ہے۔ صرف طالب کو محصول دینا پڑے گا۔"[19]

آل احمد سرور نے اپنے مقالے خطوط میں شخصیت کے تحت سرسید کے خطوط پر روشنی ڈالی ہے:

"سرسید کے یہاں ایک ہی رنگ، ایک ہی سر، ایک ہی جذبہ ملتا ہے۔ ان کی شخصیت میں سب سے نمایاں چیز ان کی دردمندی اور خلوص ہے۔ اس وجہ سے ان کے مضامین میں ایک تاثیر اور خطوں میں ایک رفعت ملتی ہے خطوں میں وہی شخصیت جھلکتی ہے جو تہذیب الاخلاق کے کالموں میں ملتی ہے۔ ہم ایک لیڈر، ایک مصلح قوم، ایک معلم اخلاق، ایک سیاسی رہنما سے ہر جگہ دوچار ہوتے ہیں۔ سرسید کے خط غالب کے خطوط کی طرح دل چسپ نہیں ہیں۔ سرسید کے یہاں نہ کوئی راز ہے جس سے پردہ اٹھنے میں دلچسپی ہو، نہ نشیب و فراز ہیں جن سے گزر کر انسان، ہمتوں کی پستی اور شوق کا نظارہ کرے۔ وہ انگلستان میں بھی وہاں کی حوروں کو دیکھ کر صرف یہ کہتے ہیں کہ جنت کا ہونا ہی ہے مگر انکی قسمت میں وہی قوم کا رونا ہے۔ سرسید کی دراصل کوئی پرائیویٹ لائف تھی ہی نہیں۔ ان کے یہاں بھی قومی خدمت کا جذبہ ہے جو ہر رنگ میں اور ہر جگہ نظر آتا ہے۔"[20]

ڈاکٹر سید عبداللہ کی نظر میں خطوط سرسید کے مقالات اور دیگر تحریروں کے مقابلے میں دلچسپ فضا کے حامل ہیں:

"سرسید احمد خاں کے خطوط اگرچہ ان کے مقالات کی طرح گراں وزن اور متین ہیں مگر بے تکلفی کا ایک خاص انداز ان کے خطوں میں پایا جاتا ہے۔ ان کے خطوں کی فضا ان کی باقی تحریروں کے مقابلے میں دلچسپ اور مانوس بھی ہے اور ظرافت و زندہ ولی بھی ان خطوط میں زیادہ حد تک پائی جاتی ہے گے۔"[21]

مکاتیب حالی:

کا مرتبہ بلند ہے۔ شاعری مقید اور سوانح نگاری کے میدان میں ان کا جو مقام ہے، اس سے ہم سب واقف (1837-1914) سرسید کے رفقائے کرام میں حالی ہیں مگر خط نگار کی حیثیت سے انھیں بہت کم جانتے ہیں۔ مکاتیب حالی کے مطالبے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ خطوط ان کی شخصیت، کردار اور ادبی کارناموں پر روشنی ڈالنے

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اُردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں مگر افسوس ان خطوط تحقیقی کام نہیں ہو پایا۔ پروفیسر حنیف نقوی اپنے مقالے مکاتیب حالی میں ہماری توجہ مبذول کراتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"وہ جس پائے کے عالم اور ادیب تھے، اس کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے قلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ محفوظ ہو جانا چاہیے تھا مگر افسوس ہے کہ ایسا نہ ہو سکا۔ ۱۵ اگست ۱۹۱۰ء کو مولانا ظفر علی خاں کے نام ایک خط میں انھوں نے اپنی گرتی ہوئی صحت کا حوالہ دیتے ہوئے اپنی منتشر تحریروں کے سلسلے میں اس خیال کا اظہار کیا تھا: اپنا کلام نظم و نثر اردو و فارسی وغیرہ مرتب کرنا چاہتا ہوں مگر ہو نہیں سکتا، حالانکہ کسی سے امید نہیں کہ میرے بعد کوئی اس کو بوجوہ دل خواہ نہ ہی سرسری طور پر ہی مرتب کر دے"[22]

مولانا حالی کے خطوط نہایت مفید اور بصیرت افروز معلومات کے حامل ہیں۔ حالی نے اگرچہ تھی خطوط زیادہ تعداد میں تحریر کیے ہیں جیسا کہ مکتوبات حالی، اور خطوط حالی کے مطالعے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، تاہم زبان، شاعری اور ادبی نکات کے سلسلے میں بھی ان خطوط کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

حالی زبان اور لغت کے مسائل سے گہری دل چسپی رکھتے تھے۔ ان کے زمانے تک ان موضوعات پر جتنا کچھ کام ہوا تھا، وہ ان کے نزدیک، ناکافی اور غیر اطمینان بخش تھا۔ چنانچہ ۶ مارچ ۱۹۱۳ء کے خط میں انھوں نے مولوی عبدالحق کو انجمن ترقی اُردو کے سیکریٹری کا عہدہ سنبھالنے کی مبارک باد دینے کے بعد بطور مشورہ لکھا تھا:

"اصطلاحات علمیہ کی پیشتری ضرور مرتب کیجیے اور اس کے بعد معمولی اُردو زبان کی ڈکشنری کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اگر آپ کی کوشش سے یہ دونوں لغات تیار ہو جائیں تو آپ قوم کی ایسی خدمت سے عہدہ برآ ہوں گے جو قومی ترقی کی جڑ ہے ہے۔"[23]

مسئلہ تذکیر و تانیث کی بارے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے مولانا ظفر علی خاں کو لکھتے ہیں:

"اُردو زبان میں تذکیر و تانیث پر میں اپنے خیالات ظاہر کرنا چاہتا تھا مگر بیعت کی تادرستگی، کمزوری اور سب سے زیادہ مکروہات دنیوی نے اس ارادے کو اب تک پورا نہیں ہونے دیا۔"[24]

مولانا حالی کے معاصرین اس قسم پر ان سے استفسار کیا کرتے اور مستفید ہوا کرتے تھے۔ مولوی امام الدین کو ان کے ایک ایسے ہی استفسار کے جواب میں اور فروری ۱۹۰۷ء کے خط میں لفظ تابع دار کا مفہوم سمجھاتے ہوئے ٹوکتے ہیں:

"تابع دار غلط ہے، صرف تابع یا فرماں بردار کہنا چاہیے۔ کیونکہ تابع دار کے معنی تابع رکھنے والے کے ہیں گویا مخدوم ہو گیا، نہ کہ خادم، فصحا کے کلام میں کہیں نہیں آیا ہے، عوام اور جہل کی زبان پر اکثر جاری ہے۔ غلط العام صحیح کا قاعدہ فصحا جائز نہیں مجھے"[25]

ایک خط میں اپنے ہم وطن بابو رگھوناتھ سہائے لسانی و بیانی خامیوں سے مطلع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کئی کا لفظ غلط نہیں ہے۔ مگر اس کا استعمال ٹھیک نہیں ہوا۔ کئی مثلاً ایسی جگہ بولتے ہیں جیسے کئی لڑکے بازار میں جاتے تھے کئی لڑکوں نے مدرسے میں شرارت کی لڑائی میں کئی آدمی مارے گئے، اس گانو میں کئی بدمعاش رہتے ہیں، اُستاد نے کئی تھپڑ مارے یعنی جہاں تعداد معلوم ہوتی ہے، وہاں کئی یا کسی ایک بولتے ہیں مگر جہاں تعداد نہیں معلوم ہوتی وہاں اکثر، بعض یا بعضے بولا جاتا ہے۔ جیسے اکثر لڑکے شریر ہوتے ہیں، بعض آدمی ناعاقبت اندیش ہوتے ہیں، بعضے اُستاد بے قصور لڑکوں کو مارا کرتے ہیں۔ آخر کی تینوں مثالوں میں کئی یا کئی ایک کا لفظ فصیح اُردو کے خلاف ہے۔"[26]

استفادہ کرنا درست ہے یا استفادہ حاصل کرنا، اس مسئلے پر علمائے ادب کے درمیان خاصی بحث چھڑی تھی۔ علامہ شبلی کو لکھے گئے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ حالی استفادہ حاصل کرنا، کو درست مانتے تھے:

"چونکہ میں (ضعف بصارت کی بنا پر) خود کتابوں سے استفادہ حاصل نہیں کر سکتا، اس لیے اپنی ہوس کو اس طرح پورا کرتا ہوں کہ اور لوگوں کے لیے لائبریری میں کتابیں منگواتا ہوں۔"[27]

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & شمائلہ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

مکاتیب شبلی:

علامہ شبلی (1857-1914) کے ان خطوط میں جو انھوں نے عطیہ فیضی کے نام لکھے ہیں، بے شمار ادبی نکات زیرِ بحث آئے ہیں۔ مثلاً ان میں عطیہ فیضی سے زبان وبیان کے سلسلے میں جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، ان کی اصلاح کی گئی ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

"آپ کی عبارت میں بعض محاورے بمبئی کے مخصوصہ ہیں، آئندہ بچے۔ مثلاً یہ لفظ کہاہیں متعلق نہیں بولتے۔ یہ لکھنا چاہیے تھا کہ ان کی چیزیں ان کو دے دیں ہے۔"28

مفصل خط ابھی لکھ چکا ہوں، ایک دو خفیف غلطیاں ظاہر کر چکا ہوں اُس خط میں۔ دو ایک اور لکھتا ہوں۔ یہ در حقیقت چنداں قابل گرفت نہیں لیکن فصاحت کے خلاف ہے:

صحیح	غلط
تاآپ دیکھ لیں	تاکہ آپ دیکھ لیں
آپ کو کتنے کام ہوں	آپ کو بہت کام ہوں گے
محاورہ پیدا کروں	محاورہ کروں۔

شبلی

حدود لکھنو، مارچ ۱۹۹۸

ایک اور خط میں ایک محاورے کے غلط استعمال پر ٹوکتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چٹکیوں میں اڑاتی ہیں ٹریک اور اوچھا محاورہ ہے۔ اور جس موقع پر تم نے لکھا ہے اس کے لیے بالکل خلاف تہذیب ہے۔ یہ محاورہ سرے سے بھی نہ لکھا کرو۔"29

ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

"معاف کردو، یورپ جاکر انگریزی میں تم نے ترقی کی لیکن اردو زبان بگاڑ لائیں۔ احسان مانتی ہوں، تکلیف لیتے ہیں، فائدہ لیتی ہوں، "بہت تجویز ہوا یہ سب محاورے نہایت غلط اور عوام دکن کی زبان ہے۔"30

علامہ شبلی بار بااصرار کرتے کہ زبان اور محاورہ وغیرہ سے واقفیت ضروری ہے۔ ایک خط میں اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سب سے پہلا مرحلہ زبان کا ہے۔ یعنی زبان، محاورے اور روز مرّہ سے مزا لینا اور لطف اُٹھانا۔" 31

اول تو زبان اور محاورے سے واقف ہونا چاہیے۔ پھر یہ کافی نہیں ہے بل کہ اس سے طبیعت کو لطف اُٹھانا شرط ہے۔ علامہ شبلی کے خطوط عالمانہ شکوہ کے مظہر ہیں لیکن حکیمانہ شوخی لیے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان میں برجستگی، بے تکلفی اور سادگی بھی ملتی ہے۔ مہدی افادی کے الفاظ میں: "عالمانہ سنجیدگی کے ساتھ ان کی حکیمانہ شوخیاں سرمایہ ادب ہوتی تھیں ہے۔"32

ڈاکٹر امین اندرابی اپنے مقالے مطالعہ مکاتیب اقبال کے زیر عنوان علامہ شبلی کے خطوط کی عالمانہ سنجیدگی میں لطافت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علامہ شبلی کے خطوط میں جابجا عالمانہ مجید گی لطیف پیرائے میں نظر آتی ہے۔ حبیب الرحمن شیروانی نے ایک بار نعت لکھنے کا ارادہ کیا تو انھیں لطیف پیرائے میں ٹوکا: علمائے ادب کہتے ہیں کہ حسان بن ثابت جاہلیت کے نامور شعرا میں تھے لیکن اسلام آیا اور نعت کہنی شروع کی تو ان کا کلام مرتبے سے گر گیا، فارسی میں دیکھیے نعت گو بہت کم پھیلے ہیں۔ خسرو

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633

Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127

Publishers: Nobel Institute for New Generation

http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اُردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

کے سوا اور خیر جاتی بھی کی باقی جتنے بھی میں بہت کم رتبہ ہیں اور صاف نظر آتا ہے کہ نعت گوئی نے ان کو ایسا بنایا ہے مقصود است دراز نفسی سے یہ ہے کہ آپ بھی اس میدان میں نہ آئے۔ ثواب مقصود ہے تو درود پڑھ لیجیے۔"[33]

اس اقتباس میں نعت گوئی سے متعلق شبلی کا ادبی و تنقیدی نقطہ نگاہ کھل کر سامنے آیا ہے۔ سیرت نگار شبلی کے قلم سے نکلی ہوئی یہ ادبی سچائی ان کے متوازن طرز فکر کی نماز ہے۔

شبلی کے خطوط پر اپنی رائے دیتے ہوئے آل احمد سرور اپنے مضمون خطوط میں شخصیت میں لکھتے ہیں:

"شبلی کے خط حالی کے خطوں سے زیادہ دلچسپ ہیں۔ نیکی ایک تو عالم اور ادیب کی حثیت سے سامنے آتے ہیں۔ ان کے خط ان کی عملی زندگی کے آئینے ہیں دوسرے پرائیویٹ زندگی میں ان پر دو تعلیم یافتہ خواتین کا جو اثر ہوا ہے وہ بھی ان خطوں سے ظاہر ہوتا ہے۔"[34]

ڈاکٹر سید عبداللہ نے شبلی کے خطوط پر قدرے مختلف رائے پیش کی ہے:

"شبلی کے مکاتیب عموماً مختصر ہوتے ہیں۔ ان کا انداز بیان شگفتہ اور مانوس ہے۔ ایجاز جو ان کی عام تحریروں کا خاصہ ہے، یہاں بھی ہے۔ نکتہ آفرینی اور طنزیہ فقرہ بازی جو علمی کتابوں میں ہنگامہ پیدا کرتی ہے، ان مکاتیب میں اور بھی پر لطف معلوم ہوتی ہے۔ تاریخی کتابوں کی ساختہ پرداختہ عبارتوں کے مقابلے میں خطوں میں لچک اور بے تکلفی زیادہ ہے۔ اگر ان مکاتیب میں کاروباری مطالب کی بھرمار نہ ہوتی تو شبلی کے خطوط، غالب کے خطوط کی صف میں رکھے جا سکتے تھے مگر ان میں بھی شبلی پر وقار متانت رکھتے ہیں۔ یہاں بھی رکھ رکھاؤ کافی ہے۔ ان کے خطوط سے ان کے مقاصد علمی و قومی کے علاوہ ان کے فنی اور تحقیدیا صولوں پر نہایت مفید روشنی پڑتی ہے۔ ایک لحاظ سے ان کے خطوط ایک اُستاد کی ڈائری سے مشابہ ہو جاتے ہیں ان کو پڑھ کر ان کی مصروفیتوں کے علاوہ ان کی ہمہ گیر طبیعت اور علمی رہنمائی کی جزئیات بڑی تفصیل کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ مکاتیب شبلی کے بعد خطوط شبلی کے نام سے جو مجموعہ شائع ہوا ہے ان سے شبلی کی زندگی اور ذہین کے اسرار و رموز پر بڑا دلچسپ مواد فراہم ہو گیا ہے۔ ان خطوں کا ایجاز اور حسن ان کے کاروباری خطوں سے بدرجہ زیادہ ہے۔"[35]

مکاتیب امیر مینائی:

امیر مینائی کی خط نگاری پر اس طرح روشنی ڈالی ہے: رام بابو سکسینہ نے

"منشی صاحب کو خط لکھنے کا بہت شوق تھا لہذا ان کا مجموعہ خط بہت دل چسپ ہے۔ اس کو ان کے شاگرد رشید مولوی احسن اللہ خاں ثاقب نے نہایت مفید اور دلچسپ دیباچے کے ساتھ شائع کیا ہے۔"[36] ان خطوط سے منشی صاحب کے عادات واطوار اور کیریکٹر پر روشنی پڑتی ہے اور اگر کوئی لکھنا چاہے۔ تو ان کی سوانح عمری کا بہت عمدہ مواد فراہم کیا جا سکتا ہے نیز ان میں فن اعظم اور زبان کے متعلق اکثر مشکل مسائل کو حل کیا ہے۔ سکسینہ صاحب مزید فرماتے ہیں:

"منشی صاحب جامع الکمالات تھے۔ شاعر کے علاوہ وہ بہت بڑے نثار اور ناقد بھی تھے اور علمی قابلیت تو داغ سے یقیناً بہت بڑھی رکھتے تھے۔ امیر اللغات اور ان کے دو خطوط جن میں انھوں نے اکثر نہایت پیچیدہ نکات ادبی حل کیے ہیں، ان کی قابلیت اور تلاش کے شاہد عادل ہیں گے۔"[37]

مرزا کی بعد کی نسل میں امیر مینائی ہی ایسے خط نگار نظر آتے ہیں جن کے مکاتیب میں ادبی نکات پائے جاتے ہیں اور جنھوں نے مرزا ہی کی طرح املا تذکیر و تانیث جیسے مسائل کا حل تلاش کیا ہے۔ انکے خطوط کا مجموعہ بروقت ناقابل حصول ہے۔

مکاتیب مہدی افادی:

مہدی افادی کے خطوط پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر امین اندرابی تحریر فرماتے ہیں: "ان کے کچھ خطوط اور چند مضامین، جو ان کی وفات کے بعد شائع ہوئے، اپنے

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اُردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

مخصوص اسلوب بیان کے باعث ہمیشہ دلچسپی سے پڑھے جائیں گے افادات مہدی ان کے چند مضامین کا مجموعہ ہے اور مکاتیب مہدی ان کے خطوط کا مکاتیب مہدی کے زیادہ تر خطوط ادبی نوعیت کے حامل ہیں۔" 38

ان خطوط میں وہ ادبی خوبیاں موجود ہیں جو اہل قلم کے خطوط میں ہوتی ہیں۔ یہ خطوط پاکیزہ ادبی مذاق، خوش طبعی، بذلہ سنجی، ذوق جمال اور زمینی طبع کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں اور حسب ذیل ادبی خصوصیات سے معمور ہیں:

- جا بجا شوخی کے ساتھ متانت ملتی ہے۔
- دلچسپ فقروں سے خطوط کو پُر لطف بنایا گیا ہے۔
- تلمیحات کا استعمال کیا گیا ہے۔
- نئی نئی تراکیب ایجاد کی گئی ہیں اور ان کا استعمال بر محل کیا گیا ہے۔
- انگریزی اصطلاحات کے لیے نئے الفاظ وضع کیے گئے ہیں۔
- لطافت و نفاست سے ادبی مذاق کو پیش کیا گیا ہے۔
- انشا پردازی کے جوہر دکھائے گئے ہیں۔
- تعزیت کا منفرد انداز برتا گیا ہے۔
- واقعہ نگاری اور مرقع کشی کی گئی ہے۔

سید سلیمان ندوی نے مہدی افادی کے قلم کی شوخی کو خاص طور سے اہمیت دی ہے وہ لکھتے ہیں:

"مہدی مرحوم کا قلم حد سے زیادہ چلبلا اور البیلا تھا۔ نوک قلم پر جو بات آجاتی وہ شگفتنی بھی ہوتی تو گفتگو بن کر نکل جاتی اور پھر اس طرح نکلتی کہ شوخی صدقے ہوتی اور متانت مسکرا کر آنکھیں نیچی کر لیتی ہے۔"[39] ایک خط کا اقتباس ملاحظہ ہو: "شملہ آپ کو پسند نہیں آیا لیکن مجھے تو نام سے بھی دل چسپی ہے۔ دیکھیے پھولوں کی سیج پر جوانی کی ورزش کی شائقہ اپنے چاہنے والے سے کیا کہتی ہے دوسرا تیسرا یہ حملہ ہے، یہ بھی کیا کوئی شہر شملہ۔"[40]

عبدالماجد دریا آبادی کو ایک خط میں لکھتے ہیں: "آپ لکھتے ہیں وقت اپنا ہے قلم اپنا ہے، دماغ اپنا ہے۔ ایک صاحبہ فرماتی ہیں، صاف کیوں نہیں کہتے کہ بیگم اپنی ہیں، یہ نکتہ رہ گیا تھا کی پوری کیے دیتا ہوں"[41]

سید سلیمان ندوی شب زفاف میں بیمار پڑ گئے تو انھیں لکھتے ہیں:

"میں سنتا تھا مولوی خلوت کے رنگیلے ہوتے ہیں لیکن آپ کی روداد عروسی جہاں تک معلوم ہوئی غیر حوصلہ افزا ہے۔ یہ کیا کہ مرعوب ہو کر صنف قوی کی آبرو کھوئی۔ خیر گزری کہ علالت نے پردہ رکھ لیا لیکن دوستوں کو قلق رہے گا کہ جسے بستر شکن ہونا تھا وہ شاعری کی اصطلاح میں شکن بستر کالا۔"[42]

مولوی سید مقبول احمد صمدانی کو ایک خط میں لکھتے ہیں: "بھئی یا ایام سے آپ نے میرے دل پر چوٹ لگائی۔ اب وہ پہلا سا جوبن کہاں، وہ کسا داور رکھ رکھاو کہاں"43 ایک اور خط میں لکھتے ہیں: "معارف، میں دین حنیف رنگ غالب ہوا چاہتا ہے۔ اُبالی کھچڑی میں مزہ نہیں آتا۔ زبان چٹخارے ڈھونڈتی ہے۔ کچھ لکھیے اور لکھنوی کا فرسے بھی لکھوائے"[44]

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

ہوش بگرامی کو لکھتے ہیں: "کتاب کا ہونا ساقۂ ہندوستانی مذاق ہے۔ ہم خالص عربوں کی طرح بے میل تو رہے۔ نہیں ہندو ہونا کوئی وصف نہیں۔ مجھی مذاق کشیدہ قامتی چاہتا ہے اس کے لیے آپ کو ذرا پھیلنا پڑے گا۔"[45]

مہدی افادی انگریزی اصطلاحات کے لیے فارسی و عربی کے نئے نئے الفاظ و تراکیب وضع کرنے پر خوش ہوتے اور احباب کو اس خوشی میں شامل کرتے:

"آج کل ثقات کی زبان پر انگریزی الفاظ کی جگہ اصطلاحات مصریہ چڑھی جاتی ہے بہت ہوا تو انگریزی قوس میں لکھ دی، جس سے ترکیب سمجھ میں آجائے۔ میں بھی اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہوں۔ کئی لفظ مصر سے منگوائے مثلاً عوائد رسمیہ بھی وہیں سے ملا۔ مصر میں عوائل اپنی کیٹ کی جگہ مستعمل ہونے لگا ہے۔ کس قدر خوب صورت اور چھوٹا سا لفظ ہے۔ آپ کی زبان پر چڑھ جاتا تو ایک بات تھی۔ ہمارے یہاں آداب فرنگ اور جانے کیا کیا عامیانہ ترجمے ہوئے ہیں جن میں سے ایک بھی آپ کے روز مرّہ و لب و لہجہ کے لائق نہیں ہے اختراع فائقہ میرے دماغ کی گونج ہے۔ تصنیفات کے لیے ام الکتب امہات الکتب وغیرہ ہو سکتے تھے لیکن عربی میں ٹھیک ماسٹر میں کا مفہوم پہلے ہے موجود تھا یعنی "واسطیہ العقد جسے فارسی میں بے تکلف گل سرسید کیے لیکن یہ ترکیبیں نقل اور ایک طرح کی بیگانگی سے خالی نہ تھیں۔ اس لیے مدت کی الٹ پھیر کے بعد اختراع فائقہ آپ کی نذر کیا گیا لیکن آپ کے کمال خوش بیانی کے نمونے کو نہیں پہنچے گا۔ جس میں ایک طرح کی شگفتگی ہے۔ اس سے ملتا جلتا مادہ اختراعی ارجنیلٹی (Originality) کے لیے موزوں ہوگا جسے بعض جگہ جدت اجتہادی کیسے ہے۔ کل سکس یعنی گریٹ لٹریچر کے لیے ادب العالیہ مصر کی جدید پیداوار ہے۔ متاخرین کے ہاں ادب القدما تھا۔ جس کا بھرا اپن آپ نے زبان اساتذہ سے دفع کیا۔ ترکیب اچھی ہے اسی طرح آپ کی اُردو میں ہائر کریٹی سزم کی پیوند کاری دیکھ کر پھڑک گیا غریب اُردو کے لیے شاید ہی یہ خیال اس سے پہلے کسی کو سوجھا ہو لیکن اجازت دیجیے تو ایک لفظ پیش کروں جس سے آپ کے دل کا ارمان پورا ہو جائے ہائر کرٹی منزم کے لیے تنقیدات عالیہ کتنا اچھا رہے گا بشرطیکہ آپ کو پسند آجائے ہے۔"[46]

مکاتیب اقبال:

ڈاکٹر محمد امین اندرابی نے اپنے مقالے مطالعہ مکاتیب اقبال میں اقبال کے خطوط کی اہمیت کے سلسلے میں تفصیلی بحث کی ہے۔ ان کے قول کے مطابق: "اقبال نے مختلف علمی، تاریخی، معاشی اور فلسفیانہ مسائل پر بحث کی ہے اور اپنے مکتوب الیہم کے ساتھ قرآن، حدیث، فقہ، تصوف اور دین و شریعت کے مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیال کیا ہے۔ کئی خطوں میں اپنے بعض نظریات و تصورات مثلاً نظریہ بے خودی تصور شاہین، تصوف و اجتہاد وغیرہ کی وضاحت کی ہے۔ نیز انھوں نے خطوط میں جا بجا اپنے اشعار و افکار کی تشریح بھی کی ہے"[47]

اس سلسلے میں انھوں نے سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط کا حوالہ دیا ہے، جس میں اقبال اپنی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں: "فن شاعری سے مجھے بھی دل چسپی نہیں رہی ہے۔ ہاں بعض مقاصد خاص رکھتا ہوں جن کے بیان کے لیے اس ملک کے حالات و روایات کی زد سے میں نے نظم کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔"[48]

علامہ اقبال نے خطوط کے سہارے نظموں کو فروغ بخشا مگر جب ان کی شاعرانہ شہرت و عظمت عروج پر تھی جب بھی انھوں نے خود کو شاعر کہلانے سے انکار کیا۔

عتیق صدیقی اپنی کتاب اقبال جادو گر ہندی نژاد میں تحریر فرماتے ہیں:

"اقبال نے ۱۹۱۳ء میں مین اس زمانے میں جب ان کی شاعرانہ شہرت و عظمت تیزی سے عروج کی منزلیں طے کر رہی تھی، خواجہ حسن نظامی کو لکھا تھا کہ میں اپنے آپ کو شاعر تصور نہیں کرتا، اور نہ کبھی بحیثیت فن اس کا مطالعہ کیا ہے پھر میرا کیا حق ہے کہ صنف شعرا میں بیٹھوں۔"[49]

سید سلیمان ندوی کو بھی اپنی شاعری کے سلسلے میں اپنے نقطہ نظر سے واقف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شاعری میں لٹریچر بحیثیت لٹریچر کے کبھی میرا مطمحِ نظر نہیں رہا کہ فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کے لیے وقت نہیں مقصود صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہو اور بس اس بات کو مد نظر رکھ کر جن خیالات کو مفید سمجھتا ہوں ان کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کیا عجب ہے کہ آئندہ نسلیں مجھے شاعر تصور نہ کریں۔"[50]

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. *Shnakhat*, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

مکاتیب اکبر الہ آبادی:

اکبر الہ آبادی کے خطوط پر تاریخ ادب اُردو میں اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے:

"اکبر کے خطوط بھی بہت خوب لکھتے تھے۔ ان کے مکتوب الیہ کثیر التعداد تھے جن سے ان کی خط و کتابت کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ جو خطوط کہ انھوں نے خواجہ حسن نظامی منشی دیا نرائن نگم، احسن مارہروی، مرزا آبادی عزیز اور مولوی عبدالماجد بی۔ اے دریابادی کے نام لکھتے ہیں وہ چھپ چکے ہیں۔ اُن سے ان کے اصلی مزاج کا رنگ اور بعض کے واقعات بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں اور ایک عمدہ سوانح عمری تیار ہو سکتی ہے۔ یہ خطوط نہایت دلچسپ اور لطیف مقولوں کی شان رکھتے ہیں مگر پھر بھی مرزا غالب کے خطوط کی بات ان میں کہاں۔ اکبر کوئی بڑے نثار نہ تھے لہذا ان کی کوئی نثر کی چیز سوائے ان خطوط اور اودھ پنچ کے مضامین کے جو پڑھنے کے قابل ہیں، موجود نہیں ہے۔ اودھ پنچ ہی سے انھوں نے غالباً ظریفانہ رنگ اخذ کیا ہو گا۔"[51]

مکاتیب ابوالکلام آزاد:

خطوط ابوالکلام مرتبہ مالک رام کے مطالعے سے مولانا آزاد کی وسعت مطالعہ اور اس پر مبنی مسائل سے متعلق ان کی آزادانہ رائے کا اندازہ ہوتا ہے: مشمولہ خطوں میں چند خطوط غلام رسول مہر کو تحریر کیے گئے ہیں اور علمی و ادبی اہمیت کے لحاظ سے بہت اہم ہیں۔ یہ خط مختصر بھی ہیں اور طویل بھی اور ان میں چند ایسے خطوط بھی مل جاتے ہیں جو استفسار پر جوابا تحریر کیے گئے ہیں۔ کسی خط میں مصرعوں کے متعلق بحث درج ہے تو کسی خط میں کسی مشہور شخص کے مقولے کی دل نشیں انداز میں شعر کے ذریعے وضاحت کی گئی ہے۔ چند خطوں میں سن ہجری سے تعلق مواد فراہم کیا گیا ہے۔ غبار خاطر کی معمولی غلطیوں کی طرف اشارے بھی ملتے ہیں۔ بہر حال یہ مجموعہ خطوط ہر اعتبار سے اہم ہے۔ ایک خط ملاحظہ ہو جس میں عبدالماجد دریابادی کو تصنیف و تالیف کے ساتھ معاشرتی اصلاح سے متعلق مشورے دیے گئے ہیں:

"آپ تصنیف و تالیف میں علم اور سعی و عمل میں اصلاح معاشرت ان دو چیزوں کو اپنا مطمح نظر بنا ہے۔ پہلی بات تو موجود ہے، دوسری کے لیے بھی آمادہ ہو جائیے۔ اپنے تعلیم یافتہ احباب میں سے چند عزم صادق رکھنے والے اشخاص منتخب کیجیے اور ایک انجمن قائم کیجیے۔ ابتدا میں صرف دو چار نہایت ضروری اور بنیادی باتیں لے لی جائیں، اور صرف ان لوگوں کو شریک کیا جائے، جو ان پر پوری طرح عمل کرنے کے لیے تیار ہوں اور تمام موانع کا مردانہ وار مقابلہ کریں۔ کوئی ایسی جماعت وجود میں آ جائے تو پھر اخبارات کے مباحث مفید ثابت ہو سکتے ہیں، اور نہ مجرد مضامین نویسی سے اُردو میں معاشرتی مباحث کا نیا لٹریچر فراہم ہو جائے گا، عملاً اصلاح نہیں ہو سکتی۔ لوگوں کو ایسی زندگی بسر کرنے کی دعوت دینا جس کے خصائص و اعمال کا ذہن سے باہر کوئی وجود نہیں، معاشرت کا فلسفہ ہے، اصلاح معاشرت کا نہیں ہے۔"[52]

غلام رسول مہر کو اخبار زمیندار کے تعلق سے خوش نویسوں اور تصحیح کرنے والوں تک اپنی التجا پہنچانے پر یوں زور دیتے ہیں:

"براہ عنایت زمیندار کے خوش نویسوں اور مسححوں تک میری التجا پہنچا دیجیے کہ اس مضمون کے ساتھ خدارا یہ سلوک نہ کیا جائے۔ جو الفاظ و تراکیب ان کے خیال میں ٹھیک نہ ہوں، انھیں بہتہ نقل کر دیں اور شائع ہونے دیں۔ ذمے داری صاحب مضمون کی ہے، نہ کہ کاتبوں اور مسححوں کی۔ اور اگر یہ اصطلاحات آپ کی جانب سے یا دوسرے ایڈیٹروں کی جانب سے تھیں تو قطع نظر اس کے کہ یہ میری توقعات کے کس درجے خلاف ہے، صرف اس پر اکتفا کروں گا کہ اس مضمون میں یا آئندہ کسی مضمون میں ایسی تبدیلیاں نہ کی جائیں۔"[53]

اور خط میں کاتب اور مصحح سے گزارش کی گئی ہے:

"براہ عنایت مضمون میں کسی طرح کی اصلاح نہ فرمائیں۔ اگر کوئی ترکیب اور لفظ آپ کی تحقیق میں غلط یا غیر فصیح ہو تو اس کی ذمے داری صاحب مضمون پر ہے، آپ پر یا اخبار پر نہیں ہے۔ اس کی تصحیح نہ کی جائے۔ سکوت ممکن نہ ہو تو حاشیہ پر تصحیح کر دی جائے لیکن خدارا اصل عبارت میں کاٹ چھانٹ نہ ہو گی۔ مضمون میں اگر کوئی انگریزی لفظ آیا ہے، تو

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

براہ عنایت اس میں تبدیلی نہ کی جائے۔ مثلاً اگر کہیں کمیٹی ہے۔"" مضمون میں اگر کوئی انگریزی لفظ آیا ہے، تو براہ عنایت اس میں تبدیلی نہ کی جائے۔ مثلاً اگر کہیں کمیٹی ہے تو اسے مجلس نہ کر دیجیے، مسٹر ہے تو اسے جناب سے نہ بدل دیجیے۔"[54]

انگریزی اخباروں میں اجتماعی مفاد اور دل چسپی کا مواد ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ صلاح دیتے ہیں کہ اردو اخباروں کو بھی اسی طرح دل چسپ اور قابل مطالعہ بنایا جا سکتا ہے۔ خط کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

"اگر آپ تھوڑی سی محنت گوارا کریں تو کم از کم زمیندار کی سطح سے ایک بلند صلح قائم ہو جائے اور جو لوگ زمیندار خریدتے ہیں، وہ بھی انقلاب کی ضرورت محسوس کریں۔ مثلاً اُس پر قناعت نہ کیجیے کہ تار کی خبروں کا ترجمہ کر دینے اور ایڈیٹوریل صفحے کے صفحے لکھ دینے کے بعد ایڈیٹوریل اسٹاف کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کچھ مواد اخبار میں ہونا چاہیے اور اس کا باسانی انتظام ہو سکتا ہے عام انگریزی اخبارات میں فوائد و دل چھٹی کی اتنی باتیں ہیں کہ اگر کسی ایک اخبار ہی سے کالم، نصف کالم کا مواد اخذ کر لیا جائے تو ادر دو روزنامہ کے دو تین کالموں کے لیے بہترین ذخیرہ مہیا ہو سکتا ہے۔ اس کا بہترین طریقہ تو یہ ہو گا کہ دس پندرہ روپیہ ماہوار کا خرچ گوارا کر کے انگلستان کے چند رسائل اور اخبارات منگوا لیے جائیں۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو سکے تو خود ہندوستان کے اخبارات کافی ہیں۔"[55]

"اردو میں صرف ترجمہ اور اقتباس سے اس قدر مفید اور دل چسپ اخبار بن سکتا ہے کہ اس کا ہر نمبر پڑھنے والوں کے لیے فوائد و معلومات کا ایک درس ہو عام مسلمانوں کو بلاشبہ معاشرتی معلومات سے زیادہ دل چسپی نہیں ہے لیکن اگر ہماری اخبار نویسی مقاصد سے خالی نہیں ہے تو ہمیں پیدا کرنی چاہیے۔ عوام کی دل چسپی کی چیزیں لکھی جائیں۔"56

اردو رسم الخط کو مٹنے سے بچانے کے لیے اپنے خطوط میں جا بجا اس مسئلے کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور اردو سرکلر، اردو کی تعلیم اور اسکولوں کی اعانت کے رک جانے پر قدرے افسوس ناک لہجے میں یوں مخاطب ہیں: (اس خط سے اردو کی لسانی و تاریخی اہمیت واضح ہوتی ہے۔)"بہار میں سالہا سال سے کوشش کی جا رہی ہے کہ ناگری رسم الخط کے سوا کسی خط کا اعتراف نہ کیا جائے۔ دو بار اقدام ہو چکا ہے اور محض کانگریس کی مداخلت سے رکا ہے۔"[57]

کاتبوں کی طرف سے ہوئی غفلت کا ذکر جا بجا مولانا نے اپنے خطوط میں کیا ہے اور صحیح فرمانے پر زور دیا ہے۔ مولانا نے بعض فارسی الفاظ کے معانی بتائے ہیں اور املا کو درست کرنے پر زور دیا ہے: "دراصل یہ بے ستون نہیں ہے۔ یہ ستون (بیستان یا باغستان) ہے۔ فارسی قدیم میں باغ خدا یا دیوتا کو کہتے تھے یعنی یہ مقام خداؤں کی جگہ ہے۔"[58]

فارسی میں صحیح املا نہ بہرام نہ گورش ہی ہو گا لیکن سہولت تلفظ کے لیئے نے کر دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ایک جگہ کوٹھڑی لفظ کی صحیح کے لیے لکھتے ہیں: "کوٹھڑی کو کوٹھری لکھنا منشی عبدالکریم کا رسم الخط ہے، میرا نہیں۔ اسے درست کر دیجیے، لیکن اگر بہت سے مقام پر ہے، تو چھوڑ دیجیے، کثرت صحیح کاپی کو خراب کر دیتی ہے۔"[59]

موڑ پر بحث کرتے ہوئے عام رائے کے خلاف لکھتے ہیں: "موڑ" کا لفظ میری زبان پر مؤنث ہی چڑھا ہوا ہے اور مجھے بھی اس میں شک نہیں ہوا ہے۔"[60] ان خطوط کے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا کے خطوط سوانحی و تاریخی کے علاوہ ادبی اعتبار سے بھی اہمیت کے حامل ہیں۔

ادبی خطوط و جوابات آزاد مرتب: محمد اجمل خاں کے مطالعے سے مولانا آزاد کی علمی بصیرت، گیری دانائی اور وسعت ذہن کا پتا چلتا ہے۔ اس مجموعے کی ادبی اہمیت زیادہ ہے اور سوانحی کم۔ جیسا کہ عنوان سے پتا چلتا ہے۔ زیر بحث مجموعہ خطوط میں جن ادبی نکات کی شمولیت ہے وہ حسب ذیل ہیں:

- لفظوں سے بحث کی گئی ہے۔

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: محمود, ڈاکٹر ساجد, & فوزیہ, شمسی . (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

- سائنسی اصطلاحات کے لیے اردو مترادفات استعمال کیے گئے ہیں۔

مختلف ادبی، مذہبی وغیرہ موضوعات پر علمی گفتگو کی گئی ہے۔ مثلاً لفظ شکریہ سے متعلق یوں اظہار خیال کرتے ہیں کہ لفظ شکریہ عربی لفظ ہے، لیکن اردو میں جو شکریہ کا لفظ رائج ہوگیا ہے، یہ ترکیب عربی نہیں ہے۔ اگرچہ شکریہ عربی قاعدے کے لحاظ سے خاص مواقع پر بولا جاسکتا ہے۔

مکاتیب عبدالحق:

مولوی عبدالحق نے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے نام جو خطوط تحریر کیے ہیں وہ مکتوبات عبدالحق' کے زیر عنوان منظر عام پر آئے ہیں اور حسب ذیل خصوصیات کے حامل ہیں:

- عام فہم اور سلیس انداز بیان
- بامحاورہ زبان
- آورد سے پرہیز
- لچھے دار باتیں بنانے یا بیان کو طول دینے سے احتراز
- روزمرہ اردو کی برجستگی و شگفتگی
- علمی، ادبی اور تحقیقی مسائل پر گفتگو۔

ایک مثال ملاحظہ ہو:

"عنایت نامہ پہنچا، قاعدے کا دوسرا حصہ) تیار ہو جائے تو آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجوں گا۔ جب آپ اسے پسند فرمالیں گے تو ر و پر تعلیمات میں بھیجوں گا، پہلی کتاب کا بھی ڈول ڈال دیا ہے مگر بہت مشکل کام ہے۔ وہ بھی آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔ مجھے یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ وضع اصطلاحات کا تبصرہ آپ نے ختم کر دیا ہے۔ بہتر ہے پہلے مولوی سلیم صاحب اسے دیکھ لیں اور اگر انھوں نے پسند کر لیا تو اردو میں شائع کر دیا جائے گا۔"[61]

ابوالکلام آزاد کے نام ایک خط میں دوہوں پر مضمون کی فرمائش نظر آتی ہے:

"میں آج کل مدراس میں ہوں اور اردو کی دھن میں آیا ہوں۔ ہندی شاعری پر آئندہ قسط میں ضرور کچھ لکھیے اور کبیر، نانک، فرید وغیرہ کے دوہوں کے نمونے ضرور ہونے چاہئیں۔ میر اتعداد کا تعین کرنا مناسب نہیں، آپ حسب ضرورت ہونے لے سکتے ہیں۔ کبیر، نانک، فرید کے دوہے ایسے نہیں، جن کے ترجمے کی ضرورت ہو البتہ عربی، فارسی الفاظ شمار کرادیے جائیں اور بعض تراکیب پر توجہ دلادی جائے۔ بہر حال بہیک ہندوستانی پر ضرور مضمون لکھیے بہت دل چسپ اور مفید ہو گا اور ان تمام امور کو بیان کیجے جن کا ذکر آپ نے اپنے خط میں کیا ہے۔ افسوس ہے کہ مدراس آجانے کی وجہ سے فوراً جواب نہ لکھ سکا اور اس تاخیر کی معافی چاہتا ہوں۔ کیا کروں، مجبور ہوں، عمر کے ساتھ ساتھ کام بھی اب بڑھتا جاتا ہے اور اتنی فرصت نہیں ملتی کہ خطوں کا جواب وقت پر لکھ سکوں ہے۔"[62]

اور ایک خط سے ہندوستانی کے مسئلے سے آزاد کی دل چسپی اور رسالہ اردو کی ادبی سرگرمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اردو کی ادبی و لسانی تاریخ میں ایسے خطوط کی اہمیت مسلم ہے:

"جنوری کا رسالہ زیر طبع ہے، اگر آپ اپنا مضمون بنیادی ہندوستانی فوراً بھیج دیں تو اسی رسالے میں طبع کر دیا جائے گا۔ منتقلی کی وجہ سے اقبال نمبر میں بہت دیر ہو گئی اور اس کی وجہ سے جنوری کا رسالہ بھی تاخیر میں پڑے گا۔ اس مہینے میں شائع ہو جائے گا۔ اس کی پچاس کاپیاں بڑی خوشی سے آپکی خدمت میں مارچ تک بھیج دی جائیں گی۔"[63]

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. *Shnakhat*, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

مکاتیب منٹو:

سعادت حسن منٹو نے اپنی زندگی میں بہت سے خط احمد ندیم قاسمی کے نام لکھے۔ان خطوط کا مجموعہ کے خطوط ندیم کے نام کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔اسے احمد ندیم قاسمی ہی نے ترتیب دیا ہے۔یہ مجموعہ سوانحی اور ادبی حیثیت رکھتا ہے۔احمد ندیم قاسمی کا افسانہ بے گناہ اختر شیرانی کے رسالے رومان کے سالنامے میں چھپا تھا۔افسانہ پڑھ کر منٹو نے اختر شیرانی کے نام خط لکھا جو اس مجموعہ خطوط میں شامل ہے۔منٹو نے افسانے کو سراہا اور احمد ندیم قاسمی کا پتا دریافت کیا۔اختر شیرانی کے جوابی خط پر منٹو نے خود ہی قاسمی سے خط و کتابت کا آغاز کیا۔یہی خط ان کی مستقل دوستی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔منٹو نے احمد ندیم قاسمی کا افسانہ پسند آنے پر اس طرح تعریفی خط لکھا ہے:

"آپ کا افسانہ بے گناہ واقعتاً میں نے بے حد پسند کیا ہے۔بی تو یہ ہے کہ اس قسم کے جذبات میں ڈوبے ہوئے فسانے اردو میں بہت کم شائع ہوئے ہیں۔آپ کے ہاتھ Plastic ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ افسانے کے موضوع کو آپ نے نہ صرف محسوس کیا ہے بلکہ اس کو چھو کر بھی دیکھا ہے۔یہ خصوصیت ہمارے ملک کے افسانہ نگاروں کو نصیب نہیں، میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہے"[63]

ڈاکٹر یونس اگاسکر نے اپنی کتاب فکر و فن اور فیکشن میں منٹو کے خطوط کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور احمد ندیم قاسمی اور منٹو کے درمیان دوستی کی وجہ بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"مصور کے لیے قلمی اعانت کے متلاشی منٹو کے ذہن میں قاسمی کی دوستی سے استفادے کا خیال بھی پوشیدہ رہا ہو گا لیکن اس نے قاسمی کی دوستی کا استحصال بھی نہ کیا۔ہمیشہ اس کے کام آنے کی کوشش کرتا رہا۔اس کام آنے کی کوشش کا اظہار اس کے چوتھے خط ہی سے بخوبی ہوتا ہے۔"[64]

منٹو ایک جگہ لکھتے ہیں: "بے گناہ پڑھ کر آپ کو ایک تعریفی خط لکھ کر خاموش ہو جاتا مگر چونکہ میں ایک عرصہ سے اپنے وجود کو تورکیف کے الفاظ میں چھکڑے کے پانچویں بے معنی پہیے کی مانند فضول سمجھتا ہوں اس لیے میں نے چاہا کہ کسی کے کام آسکوں۔کھائی میں پڑی ہوئی اینٹ اگر کسی کے کام آسکے تو اس سے بڑھ کر بات اور کیا ہو سکتی ہے۔"[65]

مندرجہ بالا اقتباس سے صاف پتا چلتا ہے کہ منٹو کی زندگی میں ادب کو کیا اہمیت اور کیا دل تھا۔اپنی ذاتی زندگی کے سیاق میں بھی دوتور گشیف کا حوالہ دیتا ہے۔

منٹو کے خطوط ادبی اہمیت کے بھی حامل ہیں۔انھوں نے ان خطوط میں افسانہ نگاروں کے افسانوں پر اپنی تنقیدی رائے پیش کی ہے۔وہ فلم سے وابستہ تھے اس لیے فلم نگاری متعلق نکات بھی ان خطوں میں مل جاتے ہیں:

آپ کے مختصر افسانے میں دو تین عروجی مناظر بہت "Appealing" میں ہے"[66]

"فسانہ لکھتے وقت یہ خیال رکھیے کہ اس میں پبلک کی دل چسپی کا کافی سامان ہو۔دیہاتی قص، دیہاتی گانے اور اس قسم کی دوسری چیزیں آپ بڑی آسانی سے اپنے افسانے میں لکھ سکتے ہیں۔یہ بھی خیال رہے کہ افسانہ بالکل سیدھا سادا ہو۔یعنی Smooth ہو اور کہیں الجھن نہ ہو۔ہمارے یہاں کے افسانوں میں عام طور پر Jerks ہوتے ہیں جو ناقابل مفو ستم ہے۔عام طور پر ٹریجیڈی پسند کی جاتی ہے۔سٹوری لکھتے وقت یہ امر ضرور پیش نظر رکھیے گا کہ جو کچھ آپ کہنا چاہیں وہاں آپ اپنے کیریکٹروں کے ذریعے سے Establish کراتے جائیں۔مثلاً آپ لکھتے ہیں فضل بڑا ظالم تھا، تو یہ چیز اسکرین پر دکھانے کے لیے ایک Incident کی ضرورت ہے۔فقط ڈائیلاگ سے کام نہیں چل سکتا۔اسٹوری Smooth اور وقائع و مناظر سے بھری ہوئی ہو۔قدم قدم پر ایک Grip ہوئی۔"[67]

اس کے علاوہ راجندر سنگھ بیدی اور کرشن چندر کے بارے میں احمد ندیم قاسمی کو لکھتے ہیں: "یہ راجندر سنگھ بیدی کون ہیں؟ یہ بھی مٹی کے ڈھیلے معلوم ہوتے ہیں۔ خوب لکھتے ہیں۔ان کے افسانے آپ غور سے پڑھیں کرشن چندر صاحب خوب لکھتے ہیں۔'ہمایوں' 'ادبی دنیا' وغیرہ میں ان کے افسانے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔"[68]

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

اپنے خطوں میں منٹو نے جہاں کہیں دوسروں کے فن پر یا فلموں کی تیکنک کے بارے میں کچھ کہا ہے وہ ان کے سلجھے ہوئے ذوق کی غمازی کرتا ہے۔ڈاکٹر برج پریمی نے اپنی کتاب سعادت حسن منٹو حیات اور کارنامے میں منٹو کے خطوط کی خصوصیات کو اس طرح اُجاگر کیا ہے:

"منٹو کے خطوط کا سب سے امتیازی پہلو ان کا طرز بیان ہے۔ان خطوط میں نہ شاعرانہ اسلوب ملتا ہے اور نہ فلسفیانہ رنگ، نہ تشبیہوں کا سہارا لیا گیا ہے اور نہ استعاروں کا۔یہ خطوط روزمرہ کی زبان میں ملتے ہیں اور ان میں وہی بے تکلفی اور سادگی پائی جاتی ہے جو دو قریبی دوستوں کی گفتگو میں مل سکتی ہے۔ کفایت الفاظ کا خیال بدرجہ اتم رکھا ہے۔ایک لفظ بھی بے مقصد استعمال نہیں ہوا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ ایک مقرر کیے ہوئے سانچے میں لکھتے جا رہے ہیں۔اردو کے مکاتیب ادب میں اکثر ایسے خطوط دیکھنے میں آئے ہیں جو خطوط کم اور افسانے زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ لیکن منٹو کے خطوط کسی اخبار میں چھپی ہوئی خبروں کے مانند ہیں جہاں کوئی بھی خبر بنا مقصد شائع نہیں ہوتی ہے۔"69

مکاتیب پطرس:

پطرس بخاری کے خطوط کا مجموعہ پطرس کے خطوط کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں عبدالمجید سالک کے نام خطوط تحریر کیے گئے ہیں۔ پطرس بخاری ہندوستان اور پاکستان میں ریڈیو سے تعلق رہے۔اس لیے ان خطوط میں ریڈیو اور تھیٹر کے علاوہ فلم سازی کے متعلق بھی باتیں مل جاتی ہیں۔ پطرس نے اردو اصطلاحات کی جگہ ہندی ترکیبیں استعمال کی تھیں۔ان خطوں میں لاہور اور پنجاب کی یونیورسٹیوں کی سرگرمیوں کا جائزہ بھی لیا گیا ہے لیکن تاریخی اور ادبی اعتبار سے بھی ان خطوط کی اہمیت مسلم ہے۔ آزادی کے آس پاس اور تقسیم ہند کے وقت ہندی کو رائج کرنے اور اردو اصطلاحات کی جگہ ہندی ترکیبوں کو استعمال کرنے پر زور دیا جانے لگا تھا۔ پطرس اپنے شگفتہ اور پر لطف انداز بیان میں بعض تراجم کو ظرافت کا وسیلہ بناتے رہتے تھے۔ایک جگہ غالب کے ہندی ترجمے کے بارے میں کہتے ہیں:

"غالب کا ہندی ترجمہ خوب رہا۔لوبھ مجھے کا کاج کام ہے کیا کیا۔یعنی ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا کاج- کام کی داد دیے۔ نشاط کار، کاج کام ہوا۔یہ ترجمہ ہندی روزمرہ میں بھی مفید ہو سکتا ہے۔ مثلاً کہا جائے کہ آج کل کام کاج میں کاج کام نہیں مانتا۔ مگر یہ تو فرمایئے، نیند کیوں رات بھر نہیں آتی میں بحر (یا سمر کیوں ؟ کون سی استعمال ہوئی ہے۔"70

مکاتیب چودھری محمد علی ردولوی:

چودھری محمد علی ردولوی کے نجی خطوط کا دل آویز مجموعہ گویا دبستاں کھل گیا، ان کی صاحب زادی ہما بیگم اخلاق حسین نے ترتیب دیا ہے۔ان خطوط کے مطالعے سے چودھری محمد علی ردولوی کا خلوص، صدق مقالی اور تصنع و توازع سے پاک نگارش تحریر کا پتا چلتا ہے۔وہ تمام خصوصیات جنھوں نے مرزا غالب کے خطوط کو حیات دوام بخشا، ان خطوط میں لباس نو میں جلوہ گر ہیں چناں چہ صلاح الدین احمد کو یاد دبستان کھل گیا کے دیباچہ میں فرماتے ہیں:

"وہی سلاست، بے تکلفی، وہی شائستگی، وہی برجستگی اور سب سے بڑھ کر وہی احساس بیگانگت اور وہی کیف مخاطبت، جوار دوے معلی اور عود ہندی کے مکاتیب میں پایا جاتا ہے، ایک بہت بڑی حد تک ان خطوط میں بھی اپنی پوری رعنائی سے جلوہ افروز ہے گے۔"71

ان خطوط میں حسب ذیل نکات کی نشان دہی کی جاسکتی ہے۔

- بامحاورہ عام فہم زبان کا استعمال۔
- تحریر میں تقریر کا سا انداز۔
- اشعار کے سہارے حسن آفرینی۔
- قرآنی آیات کا برمحل، برموقع استعمال۔

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین . (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

- دل چسپ مزاحیہ انداز جس میں سوال وجواب کا سلسلہ بھی لطف پیدا کرتا ہے۔
- تہنیت و تعزیت میں غالب کے انداز کی جھلک۔

چودھری محمد علی ردولوی نے بر محل اشعار کے استعمال سے تحریر میں جو لطف اور ادبی چاشنی پیدا کی ہے وہ دامن دل کو کھینچتی ہے۔ جو چیزیں باقی ہیں ان کو ٹھکانے لگانے کی فکر ہے مگر دیکھو کیا ہو: " کب لگاتا ہے کوئی اس دل بے حال کا مول سب گھٹا دیتے ہیں مفلس کے فرض مال کا مول"[80] ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیں: دوستوں کی ملاقات خوش آئیند ہمیشہ سے تھی۔ ہر اور مومن کی زیارت کا ثواب مذہب سے بھی ثابت ہے اب یقیناً بحکم: "رحمت حق بھانہ می جوید اس میں خیرات کی بھی نیکی اضافہ ہوئی ہو گی۔ جن کو ہم چاہتے تھے اور جو میں چاہتے تھے وہ بچھڑ گئے: وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں اب کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں"[72]/

ان خطوط میں قرآنی آیات کے دل چسپ استعمال کی ایک مثال ملاحظہ ہو: "خدا جس شخص کو دوست رکھتا ہے اس کو امتحان میں ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ ہم لوگ بی بیوں کی مفارقت میں امتحان میں مبتلا کیے گئے اور سب کے سب فیل ہو گئے۔" اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنسَانَ فِیۡ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡم. ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ "[73]

مکاتیب گیان چند جین:

پروفیسر گیان چند جین کے خطوط میں جگہ جگہ ادبی تحقیقی معاملات زیر بحث آئے ہیں۔ ڈاکٹر معین الدین شاہین اجمیری کے استفسار کے نتیجے میں جو جوابی خطوط ہم تک پہنچے ہیں ان میں حسب ذیل ادبی نکات زیر بحث آئے ہیں:

- ادبی کتب کے مصنفین، و سال اشاعت سے متعلق معلومات۔
- ناولوں کے بارے میں جان کاری۔
- ادب کی تاریخ سے تعلق رائے زنی۔
- شعر کے وزن اور بحر سے متعلق اظہار خیال۔

ان خطوں میں رام بابو سکسینہ کی تاریخ ادب اردو پر بحث کی گئی ہے۔ ان کی انگریزی کتاب کے ایک اردو ترجمے پر پروفیسر گیان چند جین اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

"مجھے رام بابو سکسینہ کے تعلق سے ایک بات معلوم ہوئی کہ کئی سال پہلے پاکستان سے تبسم کاشمیری کی کتاب تاریخ ادب اردو شائع ہوئی تھی۔ یہ بھی رام بابو سکسینہ کی کتاب کا اُردو ترجمہ ہے۔ مرتضی حسین فاضل لکھنوی نے بھی پاکستان میں رام بابو سکسینہ کی تاریخ کا ایڈیشن شائع کیا تھا۔ کاشف الحقائق ادبی تاریخ نہیں، میں اسے تاریخوں میں شامل کر کے غلطی کرتا رہا"[74]

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

ڈی لٹ سے متعلق معلومات دیتے ہوئے کہتے ہیں: "ڈی لٹ کرنے کے قواعد مختلف یونیورسٹیوں میں مختلف ہوتے ہیں۔ بیش تر جگہ ڈی لیٹ ہیں کوئی نگراں نہیں میں رہتا ہو۔ عموماً اس یونیورسٹی کا استاذ یا رٹائرڈ استاد کو نگراں بنایا جا سکتا ہے۔"[75] Jurisdiction ہوتا۔ جہاں ہوتا ہے وہاں بھی یہ شرط ہے کہ وہ ٹیچر ہو اور اس یونیورسٹی کے

حوالا جات

رسالہ، نقوش لاہور، مکاتیب نمبر، جلد اول، مدیر محمد طفیل، ادارہ فروغ اُردو لاہور، نومبر 1957، ص 17
محمد اسلام، جگر کے خطوط، مرتب و مقدمہ، نظامی پریس لکھنو 1965، ص 20
ثریا حسین، گارسیں دتاسی: اُردو خدمات علمی کارنامے، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنو، اشاعت اول، 1986، ص 224
رسالہ، نقوش لاہور، مکاتیب نمبر، جلد اول، مدیر محمد طفیل، ادارہ فروغ اُردو لاہور، نومبر 1957، ص 39
اویس احمد ادیب، مرتب، تنقیدیں، ناشر: اُردو پبلیشنگ ہاوس، الہ آباد، اشاعت اول 1944، ص 101
خلیق انجم، ڈاکٹر، مرتب: غالب اور شاہان تیموریہ، مکتبہ جامعہ لیمیٹڈ، نئی دہلی، 1974، ص 129
رام لعل، مقدمہ و مرتب: حرف شریں، لکھنو، اشاعت 1990، ص 20
گارسیں دتا ثریا حسین، گارسیں دتاسی، اُردو خدمات علمی کارنامے، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنو، ص 256 تا 261
ایضاً۔ ص 227
ایضاً۔ ص 246
ایضاً۔ ص 236
ایضاً۔ ص 243
ایضاً۔ ص 246
مرزا احمد علی، مرتب: انشائے سرور، مطبع نول کشور، لکھنو، اشاعت پنجم، 1916، ص 20
ایضاً۔ ص 21
ایضاً۔ ص 20
ایضاً۔ ص 21
ایضاً۔ ص 53
سید مرتضیٰ حسین، بلگرامی، مرتب: انشائے بے خبر، ادبی دنیا، علی گڑھ، 1960، ص 10
ص 232 غلام رسول، مہر، مرتب، خطوط غالب، مجلس یادگار غالب، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، 1969،(
سید مرتضیٰ حسین، بلگرامی، مرتب: انشائے بے خبر، ادبی دنیا، علی گڑھ، 1960، ص 19
غلام امام شہید، انشائے بہار بے خزاں، مطبع نول کشور، کانپور، 1911، ص 38-39
مہدی بیگم، مرتب، مکاتیب مہدی افادی، اردو اکادمی، لکھنو، 1982، ص 6
برج پریمی، ڈاکٹر، سعادت حسن منٹو: حیات اور کارنامے، مرزا پبلی کیشنز، سری نگر، کشمیر، 1986، ص 318

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. Shnakhat, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

ایضاً۔ص319

مشتاق سین، مرتب، مکاتیب سر سید احمد خاں، بشیر احمد پروپرائیٹرز فرینڈ بک ہاؤس، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، 1960، ص319

رسالہ، نقوش لاہور، مکاتیب نمبر، جلد اول، مدیر محمد طفیل، ادارہ فروغ اُردو لاہور، نومبر 1957، ص91

بہ حوالہ مطور اغالب مرتب غلام رسول مہر۔ اشاعت سوم ص ۳۲۰۔

محمد عبداللہ، سید، سر سید احمد خاں اور ان کے نام ورر فقا کی نثر کا فکری و فنی جائزہ، چمن بک ڈپو، اردو بازار، دہلی، 1960، ص250۔251

ایضاً۔۔ص250۔251

نذیر احمد، پروفیسر، غالب نامہ (حالی نمبر) غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، 2002، ص198

ایضاً۔ص21

ایضاً۔ص21

ایضاً۔ص21

ایضاً۔ص22

ایضاً۔ص211

محمد امین زبیری مارہروی، مولوی، مرتب، خطوطِ شبلی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، 1926، ص41

ایضاً۔ص47

ایضاً۔ص62

ایضاً۔ص62

مہدی بیگم، مرتب، مکاتیب مہدی افادی، اردو اکادمی، لکھنو، 1982، ص6

محمد امین اندرابی، مرتب، مطالعہ مکاتیب اقبال، تابش پبلی کیشنز، سری نگر، 1991، ص33

محمد عبداللہ، سید، سر سید احمد خاں اور ان کے نام ورر فقا کی نثر کا فکری و فنی جائزہ، چمن بک ڈپو، اردو آل احمد سرور، تنقیدی اشارے، ادارہ فروغ اردو، لکھنو، 1955، ص66۔67

بازار، دہلی، 1960، ص250۔25

مرزا محمد عسکری، بی اے، مترجم، تاریخ ادب اُردو، مطبع منشی تیج کمار پرائیویٹ لیمیٹڈ، اشاعت پنجم، 1986، ص362

ایضاً۔ص375

مہدی بیگم، مرتب، مکاتیب مہدی افادی، اردو اکادمی، لکھنو، 1982، ص12 محمد امین اندرابی، مرتب، مطالعہ مکاتیب اقبال، تابش پبلی کیشنز، سری نگر، 1991، ص45

مہدی بیگم، مرتب، مکاتیب مہدی افادی، اردو اکادمی، لکھنو، 1982، ص29

مہدی بیگم، مرتب، مکاتیب مہدی افادی، اردو اکادمی، لکھنو، 1982، ص65

ایضاً۔ص51

ایضاً۔ص161

ایضاً۔ص162

ایضاً۔ص161

SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 110-127
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index
Cite us here: ڈاکٹر ساجد محمود, & عظمیٰ نورین. (2024). A Brief Overview of the Literary Tradition in Urdu اردو میں مکتوب نگاری کی روایت کا مختصر جائزہ. *Shnakhat*, 3(1), 108-127. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/237

ایضاً۔ص157
محمد امین اندرابی، مرتب، مطالعہ مکاتیب اقبال، تابش پبلی کیشنز، سری نگر، 1991، ص67
ایضاً۔ص67
عتیق صدیقی، اقبال جادو گر ہندی نژاد، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی، اشاعت اول، اگست 1980، ص16
محمد امین اندرابی، مرتب، مطالعہ مکاتیب اقبال، تابش پبلی کیشنز، سری نگر، 1991، ص260
مرزا محمد عسکری، بی اے، مترجم، تاریخ ادب اُردو، مطبع منشی تیج کمار پرائیویٹ لیمیٹڈ، اشاعت پنجم، 1986، ص433
مرزا محمد عسکری، بی اے، مترجم، تاریخ ادب اُردو، مطبع منشی تیج کمار پرائیویٹ لیمیٹڈ، اشاعت پنجم، 1986، ص433
مالک رام، مرتبہ: خطوط ابوالکلام آزاد، جلد اول، ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی، 1991، ص105
ایضاً۔ص125
ایضاً۔ص126
ایضاً۔ص138
ایضاً۔ص138
ایضاً۔ص249
ایضاً۔ص236۔237
ایضاً۔ص312
ایضاً۔ص313
جلیل قدوائی، مرتب: مکتوباتِ عبدالحق، مکتبہ اسلوب، کراچی، اشاعت اول، 1964، ص33
محمد اجمل خان، مرتب: ادبی خطوط و جوابات آزاد، سنگم کتاب گھر، دہلی، 1966، ص23
ایضاً۔ص15
احمد ندیم قاسمی، مرتب: منٹو کے خطوط ندیم کے نام، کتاب نما، لاہور، اشاعت اول 1962، ص12
یونس اگاسکر، فکر و فن اور فکشن، کوکن اُردو رائٹرز گلڈ، ممبئ، 1998، ص96
احمد ندیم قاسمی، مرتب: منٹو کے خطوط ندیم کے نام، کتاب نما، لاہور، اشاعت اول 1962، ص12
ایضاً۔ص13